اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عصر حاضر کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت
ایک تحقیقی جائزہ

The Nature of Contemporary Relations with Non-Muslims A Research Review in The Light of Islamic Teachings

Dr. Muhammad Wajeeh-D-Ud-Din Noman
Assistant Professor, Department of Islamic studies & Arabic,
Gomal University, D.I.Khan
Email: mwnouman@gu.edu.pk
Muhammad Affan Ul Haq
PhD research Scholar, Department of Islamic learning,
University of Karachi
Email: affan.ahsani@gmail.com
Mr. Faseeh-Ud-Din
PhD Research scholar Department of Islamic studies & Arabic,
Gomal University, D.I.Khan
Email: faseehimran0@gmail.com

Abstract
Islam teaches its followers high morals and high standards. Islamic Sharia does not want to use depraved and inappropriate language, or to be narrow-minded in any matter. Therefore, the teachings and instructions that Islam has given to Muslims about mutual morality are a direct example of Muslims, but non-Muslims are also included in it. It is a feature of Islam that it gives equivalent rights to those who do not trust in it. And it gives privileges. There is no standard in any other religion in the world. When it comes to social relations or business relations, Islam does not forbid social relations or business relations with non-Muslims but allows it. Gives. In the present age, when the communication between Muslims and non-Muslims has improved more than in the early centuries, every Muslim, no matter what country or city he resides in, must have some social or business connection with some non-Muslim. In such situations, it is necessary to say a few words of sympathy to them on the occasions of their coming, going and joys and sorrows. Below we present an overview of social, business and business relations with non-Muslims.
Keywords: Islam, religion, social relations, business relations, communication, Muslims, Sharia, non-Muslims

تمہید:

اسلام انسانیت کا درس دینے والا دین ہے۔ اسلام ہر فرد سے حسن سلوک کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ جس میں مسلمان اور غیر مسلم کی کوئی تمیز نہیں رکھی گئی بلکہ سب کو یکساں رکھا گیا ہے۔ اور اسلام نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کوئی ایسا اصول اور ضابطہ بیان نہیں فرمایا جو کہ اس کے اشرف المخلوقات ہونے کے منافی ہو۔ جس طرح اسلام مسلمانوں کے حقوق کی بات کرتا ہے بالکل اسی طرح غیر مسلموں کے حقوق کی بھی بات کرتا ہے۔ یہ اسلام کی ہی خصوصیت ہے کہ یہ اپنے نہ ماننے والوں کو بھی جتنے حقوق اور مراعات عطا فرماتا ہے دنیا کے کسی مذہب میں اس کی مثال و نظیر نہیں ملتی۔ معاشرتی تعلقات کے حوالے سے بات ہو یا کاروباری تعلقات کے حوالے سے اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی تعلقات یا کاروباری تعلقات سے منع نہیں فرماتا بلکہ اس کی اجازت دیتا ہے۔ موجودہ دور میں جبکہ مسلم اور غیر مسلم کا میل جول قرون اولی کی بنسبت زیادہ بڑھ گیا ہے ہر مسلمان خواہ وہ کسی بھی ملک یا شہر میں رہائش پذیر ہو اس کو معاشرتی یا سماجی یا کاروباری سلسلے میں کسی نہ کسی غیر مسلم سے ضرور واسطہ پڑتا ہے۔ ایسے حالات میں ان کے آنے، جانے اور خوشی اور غمی کے موقعوں پر ان کے ساتھ ہمدردی کے کچھ الفاظ کہنا ضروری ہوتا ہے۔ ذیل میں میں ہم غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی، سماجی اور کاروباری تعلقات کے لحاظ سے ایک جائزہ پیش کرتے ہیں۔

عصر حاضر میں غیر مسلموں سے معاشرتی تعلقات:

ا۔ غذا اور لباس:

معاشرتی تعلقات کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو انسان کی سب سے اہم چیز غذا اور لباس ہے جس کے بغیر زندگی گزارنا ناممکن ہے۔ اس کے بعد سماج کے دوسرے رسم و رواج آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی تمام عمر مبارک عربوں کے ماحول میں گزاری اور آپ ﷺ نے وہاں رہتے ہوئے ان کی تمام جائز چیزیں کھائیں اور معاشرت کی جائز چیزوں کو اختیار بھی فرمایا۔ قبل الھجرۃ مکہ میں رہتے ہوئے اللہ تعالی کی طرف سے چار حرام کردہ چیزوں کے علاوہ کسی اور چیز کو حرام قرار نہ دیا۔ چار حرام کردہ چیزوں کا تذکرہ سورۃ الانعام میں فرمایا گیا ہے:

" قُل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ "۔(۱)

"کہہ دو مجھ پر جو وحی آئی ہے اس میں کسی کھانے والے پر جو چیزیں کہ وہ کھاتا ہے اس میں کوئی چیز حرام نہیں پاتا سوائے اس کے کہ مردار یا بہتا ہوا خون یا خنزیر یا گوشت اس لئے کہ وہ ناپاک ہے یا فسق ہو یعنی وہ جانور جس پر ذبح کرتے ہوئے غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔ لیکن اگر کوئی مجبور ہو جائے اور وہ حد سے نہ بڑھے اور زیادتی نہ کرے تو تمہارا رب بڑا معاف کرنے والا ہے"۔

مندرجہ بالا آیت میں وہ چیزیں حرام قرار دی گئی جنہیں اہل عرب عام طور پر حلال سمجھتے تھے۔

غیر مسلم کی تیار کردہ غذائی اشیاء:

غیر مسلموں کی تیار کردہ غذائی اشیاء جس میں کسی قسم کی کوئی حرام شئ شامل نہ ہو اکا استعمال کرنا حلال ہے۔اور ان اشیاء کے استعمال کرنے میں کسی زمان یا مکان کی کوئی قید یا حد مقرر نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ:

"اتی النبی ﷺ بجبنة فی تبوک فدعا بسکین فسمی وقطع"(۲)

"آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں غزوہ تبوک کے موقع پر ایک پنیر کی ٹکیہ لائی گئی۔ آپ ﷺ نے چھری منگوائی اور بسم اللہ پڑھ کر اس کو کاٹا (اور تناول فرمایا)"۔

اس سے معلوم ہوا کہ پنیر کھانا جائز ہے کیونکہ پنیر حجاز میں تیار نہیں ہوتی تھی بلکہ شام وغیرہ سے آتی تھی۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ: "کنا محاصرین قصر خیبر،فرمی انسان بجراب فیه شحم،فنزوت لآخذه،فالتفت فاذا النبی ﷺ فاستحییت منه"(۳)

"ہم نے خیبر کے ایک قلعے کا محاصرہ کیا ہوا تھا،ایک آدمی نے چربی سے بھرا ہوا ایک چمڑے کا تھیلا پھینکا،پس میں اس پر جھپٹا کہ اسے اٹھالوں، لیکن مڑ کر دیکھا تو آپ ﷺ وہیں موجود تھے میں آپ ﷺ کو دیکھ کر شرما گیا"۔

اس حدیث کے ذیل میں امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہود کے ذبح کئے ہوئے جانور کی چربی کا استعمال کرنا مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔مالکیہ اور حنابلی میں سے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ چونکہ چربی یہود کے لئے حرام تھی اس لئے ان کے ذبیحہ سے نکلی ہوئی چربی بھی ہمارے لئے حرام ہوگی۔ لیکن امام مالک، اما ابو حنیفہ اور امام شافعی اور جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔(۴)

غیر مسلموں کے برتن کا ستعال:

غیر مسلم چونکہ اپنے برتنوں میں شراب اور خنزیر کا گوشت اور اس کے علاوہ حرام اشیاء کا استعمال کرتے ہیں اس لئے ان کے اس برتن کا استعمال کرنا مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے غیر مسلموں کے

برتنوں کے استعمال کی اجازت ایک شرط کے ساتھ دی ہے جو کہ عصر حاضر کے لحاظ سے بھی ہے اور اس کا حکم ہمیشہ کے لئے ہے۔ حضرت ابو ثعلبہ خشنی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم لوگ ایسے علاقے میں رہتے ہیں جہاں اہل کتاب ہیں کیا ہم ان کے برتن کھانے کے لئے استعمال کرسکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"فان وجدتم غیرھافلا تاکلوا فیھا،فان لم تجدوا فاغسلوھا،وکلوا فیھا"(۵)

"پس اگر تمہیں ان برتنوں کے علاوہ اور برتن دستیاب ہوں تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ، لیکن اگر دستیاب نہ ہوں تو انہیں دھولو پھر ان میں کھاؤ"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب یا غیر مسلموں کے برتن کا استعمال دھونے سے قبل مکروہ ہو اور دھو کر ان کے برتن کو استعمال کرنا جائز ہے۔

غیر مسلم کاذبیحہ:

اسلام نے حلال جانوروں کے گوشت کو جائز قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں غیر مسلکا ذبیحہ بھی حلال اور جائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ-وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ-وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُم "(٦)

"آج تمہارے لئے تمام پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور ان لوگوں کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے جن کو کتاب دی گئی اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے"۔

مذکورہ آیت میں کھانے سے مراد "" ذبیحہ " ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"طعامھم:ذبائحھم"(۷)"آیت میں طعامھم سے مراد ان کے ذبیحہ ہیں"۔

غیر مسلم کاپانی:

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت پانی ہے۔ پانی کے بغیر انسان کی زندگی ناممکن ہے۔ اسلامی نطقہ نظر کے مطابق پانی اپنے اصل کے اعتبار سے پاک ہے وہ کسے کے ہاتھ لگانے یا کسی کی ملکیت میں آنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ پانی اس وقت ناپاک ہوتا ہے جب اس میں کوئی ناپاک چیز یا نجس چیز مل جائے۔ آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غیر مسلموں کا پانی کھانے پینے اور عبادات کے لئے استعمال کیا

کرتے تھے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ایک سفر کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جس میں ایک غیر مسلم عورت پانی سے پانی لینا ثابت ہے۔(۸)

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ایک سفر میں ایک دفعہ ایک نصرانی عورت کے گھر سے گرم پانی لے کر وضو فرمایا تھا:

"وتوضأ عمرُ بالحميم من بيت نصرانية"(۹)

غیر مسلم کے کپڑے:

جو کپڑے غیر مسلموں کے کارخانوں میں تیار کئے جاتے ہیں ان کپڑوں کا استعمال کرنا تو بالاتفاق جائز ہے۔ البتہ وہ کپڑے جو غیر مسلموں کے پہنے ہوئے ہوتے ہیں چونکہ ان کے ناپاک ہونے کا احتمال ہوتا ہے اس لئے ان کپڑوں کا استعمال اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ انہیں دھو کر استعمال کیا جائے۔ ابو خطاب بیان کرتے ہیں کہ "اصل طہارت ہے جب تک کسی کپڑے کے ناپاک ہونے کا ثبوت نہ ہو اسے پاک ہی سمجھنا چاہئے"۔

عصر حاضر میں غیر مسلموں سے سماجی تعلقات:

عصر حاضر میں جبکہ مسلم اور غیر مسلم کا میل جول صدر اول کی بنسبت زیادہ ہے ہر مسلمان خواہ وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں زندگی بسر کر رہا ہو اس کا واسطہ ضرور بالضرور گھر، محلہ، کاروبار یا دفتر میں کسی نہ کسی غیر مسلم سے ضرور پڑتا ہے۔ ان حالات کے پیشِ نظر ان کے آنے اور ضانے خوشی اور غمی کے موقعوں پر ان کے ساتھ انسانیت کے تقاضے کو مد نظر رکھتے ہوئے انسانی ہمدردی کے کچھ الفاظ کہنا ضروری ہیں۔ ذیل میں کچھ اعمال کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ا۔ غیر مسلم کو سلام کرنا:

آپس میں ملاقات کے وقت شریعت مطہرہ نے دو مسلمانوں کو سلام کرنے کی تعلیم دی ہے اور اس پر ان کو اجر کی نوید بھی سنائی ہے۔ البتہ غیر مسلم کو سلام کرنے کے حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے دور میں یہود سلام کے لفظ کا تلفظ غلط استعمال کرتے ہوئے لفظ "سام" کا استعمال کیا کرتے تھے۔ جس کا مطلب تھا "موت"۔ تو آپ ﷺ ان کے جواب میں صرف "وعلیکم" فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کا یہ جواب دینا ان کی شرارت ہی کی بناء پر تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس واقعہ سے قبل بغیر کسی امتیاز کے مسلمان اور غیر مسلم میں "السلام علیکم" کا رواج عام تھا۔

سلام کے حوالے سے زیادہ تر علماء کی رائے یہ ہے کہ اس کا تعلق صرف مسلمانوں کے ساتھ ہے اس لئے غیر مسلم کو سلام نہیں کیا جاسکتا لیکن الفاظ حالت کے مطابق استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن اکابر علماء میں سے بعض کے نزدیک سلام ایک طرح کی دعا ہے لہذا یہ گیر مسلم کو بھی دی جاسکتی ہے۔ ان لوگوں کے عمل کو اگر بنیاد بنا کر آج کے دور میں اگر کسی غیر مسلم کو سلام کر لیا جائے تو اس کے اثرات تبلیغ دین پر اچھے مرتب ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک ذمی کو خط لکھا۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ آپ خط میں غیر مسلم کو سلام لکھ رہے ہیں انہوں نے جواب دیا:

"**انه كتب الى فسلم على فرددت عليه**"(۱۰)

"کہ اس نے مجھے خط میں سلام لکھا تھا میں نے اس کا جواب دیا ہے"۔

البتہ غیر مسلموں کے لئے سلام کے علاوہ "**السلام على من اتبع الهدىٰ**" کے الفاظ کا آپ ﷺ کے خطوط میں ذکر ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے روم کے بادشاہ ہرقل کو جو خط لکھا تھا اس کے الفاظ یہ تھے:

"**بسم الله الرحمٰن الرحيم من محمد عبد الله ورسوله الى هرقل عظيم الروم، السلام على من اتبع الهدىٰ اما بعد**"(۱۱)

اس سے معلوم ہوا کہ عصر حاضر میں جب کہ غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ معاندانہ رویہ نہیں رکھتے تو ان کے سلام کا جواب دینا یا سلام کرنا اسلام اور مسلمانوں کے حق میں مفید ثابت ہو گا۔

۲۔ چھینک کا جواب:

اسلامی تعلیمات کے مطابق اگر کسی مسلمان کو چھینک آئے تو اس کو چاہئے کہ وہ "الحمد للہ" کہے اور سننے والا اس کے جواب میں "یرحمک اللہ" کہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"**قال اذا عطس احدكم فليقل الحمد لله فاذا قال الحمد لله فليقل له اخوه او صاحبه يرحمك الله وليقل هو يهديكم الله ويصلح بالكم**"(۱۲)

"جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو "الحمد للہ" کہے جب وہ الحمد للہ کہے تو اس کے بھائی یا اس کا ساتھی (جواب میں) "یرحمک اللہ" کہے، اور پھر چھینکنے والا "**يهديكم الله ويصلح بالكم**" (اللہ تم کو ہدایت دے اور تمہارا حال درست فرمائے) کہے"۔

البتہ غیر مسلم اس حکم سے استثناء ہیں یعنی اگر وہ چھینکے تو اس سلسلے میں تعلیم یہ ہے کہ ان کے جواب میں "يرحمك الله" کے بجائے "يهديكم الله ويصلح بالكم" کہا جائے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ:

"الیھود یتعاطسون عند النبی ﷺ رجاءً ان یقول لھم یرحمک اللہ فکان یقول یھدیکم اللہ ویصلح بالکم"(۱۳)

یہود آپ کی مجلس میں زبردستی چھینکتے تھے (تاکہ آپ ﷺ اپنی عادت کے مطابق چھینکنے والے کے الحمد للہ کو سن کر جواب میں) اس امید کے ساتھ کے آپ ان کے لئے "یرحمک اللہ" فرمائیں گے لیکن آپ ان کے جواب میں "یھدیکم اللہ ویصلح بالکم" فرماتے تھے۔

اس سے واضح ہوا کہ غیر مسلموں کو ان کی حالت کے مطابق ہی دعا دی جاسکتی ہے۔ یہی اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے۔

۳۔ غیر مسلم مریض کی عیادت کرنا:

بیمار کی عیادت کرنا بھی ایک معاشرتی حقوق میں شامل ہے۔ جس کی اہمیت آج کے دور میں بہت بڑھ گئی ہے۔ غیر مسلموں کو اسلامی تعلیمات اور غیر خواہی کے جذبہ کو اجاگر کرنے کے لئے اور اسلام کی محبت پیدا کرنے کے لئے اس کی ضرورت بھی ہے۔ آپ ﷺ سے غیر مسلموں کے مریضوں کی عیادت کرنا ثابت ہے۔

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا آپ ﷺ کی خدمت کرتا تھا جب وہ بیمار ہوا:

"فاتاہ النبی ﷺ یعودہ فقعد عند رأسه فقال له اسلم فنظر الی ابیه وھو عندہ فقال اطع ابا القاسم فاسلم"(۱۴)

"آپ ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس لڑکے نے اپنے باپ کو دیکھا جو کہ اس کے قریب ہی بیٹھا تھا (گویا کہ وہ اپنے والد کی رضامندی دریافت کر رہا تھا) تو اس کے باپ نے کہا کہ ابا القاسم کی بات مان لو پس وہ لڑکا ایمان لے آیا"۔

۴۔ غیر مسلموں کے ساتھ ازدواجی تعلقات:

اسلام نے مشرکین اور غیر مسلموں کے ساتھ نکاح کے معاملات اختیار کرنے کی ممانعت فرمائی ہے: قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

" ولاتنکحوا المشرکات حتی یؤمن"(۱۵)

"مشرکین کی عورتوں سے نکاح مت کرو"۔

یہ ممانعت ہمیشہ کے لئے ہے مشرک عورتوں سے نکاح جائز نہیں ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جب میاں بیوی کے نظریات ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور متضاد ہوں گے تو جو شادی کا مقصد ہے وہ حاصل نہیں ہو سکے گا۔اور گھر کا ماحول ختم ہو جائے گا۔کیونکہ توحید اور شرک ایک دوسرے کے بالکل متضاد ہیں۔البتہ اہل کتاب اور مسلمانوں میں چونکہ بہت سارے عقائد اور اعمال میں اشتراک پایا جاتا ہے اس لئے ان سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

" وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ "(١٦)

"تمہارے لئے حلال ہیں اہل ایمان کی پاکدامن عورتیں اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے"۔

مذکورہ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کا جس طرح ایک مسلمان پاکدامن شریف عورت سے نکاح کرنا جائز ہے اسی طرح پاکدامن اور شریف اہل کتابعورت سے بھی نکاح جائز ہے۔

کتابیہ عورت سے نکاح کا جواز کسی خاص زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر دور کے لئے ہے جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کتابیات سے نکاح پر برہمی کا اظہار فرمایا تھا جو کہ مصلحت کی بناء پر تھا ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک نص قطعی سے ثابت شدہ عمل کی کیسے مخالفت کرتے۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک یہودیہ عورت سے شادی کی تو انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ وہ اس عورت کو طلاق دیدیں۔اس کے جواب میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ اگر آپ اسے حرام سمجھتے ہیں تو میں اسے ابھی چھوڑ دیتا ہوں۔اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ:

"لا ازعم انها حرام ولكن اخاف ان تعاطوا المومسات منهن"(١٧)

"میں نہیں کہتا کہ وہ حرام ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم ان کی بدکار عورتوں سے نکاح کرنے نہ لگ جاؤ"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اہل کتاب کی پاکدامن اور عفیف عورتوں سے نکاح کو جائز سمجھتے تھے۔لیکن اخلاقی پیچیدگی اور گراوٹ کی وجہ سے نکاح کو ناپسند کرتے تھے۔اس چیز کے پیش نظر عصر حاضر میں چونکہ اہل کتاب کی عورتیں اخلاقی گراوٹ کا شکار ہیں اور کسی ایک کتاب کی تلاوت بھی نہیں کرتے اور عمل بھی نہیں کرتے اس لئے ان سے نکاح نہ کرنا چاہئے۔

۵۔غیر مسلموں کی تعلیمات اور نبوی ضابطہ:

غیر مسلموں کی وہ تعلیمات جو شریعت کی تعلیمات کے مخالف ہیں،اور ان کی تفاسیر کے بارے میں آپ ﷺ نے ایک واضح موقف اختیار فرمایا اور مسلمانوں کو ان تعلیمات سے دور رہنے کی ترغیب دی۔تاکہ کمزور عقائد والے مسلمانوں کے ایمان یا اسلامی تعلیمات میں تحریفات اثر انداز نہ ہو جائیں۔جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ:

"انا نسمع احادیث من یهود تعجبنا افتریٰ ان نکتب بعضها،فقال امتهوکون انتم کما تهوکت الیهود والنصری لقد جئتکم بها بیضاء نقیة ولو کان موسی حیا ماوسعه الا اتباعی''"(۱۸)

ہم یہود سے ایسی باتیں سنتے ہیں جو بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں تو کیا ہم انہیں لکھ لیا کریں۔آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم ان یہود و نصاری کی طرح حیران و سرگرداں ہو،حالانکہ میں تمہارے پاس بالکل واضح صاف ستھری شریعت لے کر آیا ہوں اور اگر موسیٰ بھی میرے دور مین زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں ہوتا"۔

غیر مسلموں کی تعلیمات کے متعلق آپ ﷺ نے ایک اور ضابطہ یہ بھی بیان کیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اہل کتاب عبرانی زبان میں تورات پڑھتے اور ہمارے سامنے اس کی تفسیر عربی زبان میں (اس پر) آپ ﷺ نے فرمایا: "ان کی نہ تصدیق کرو اور نہ ہی تکذیب کرو بلکہ یہ کہا کرو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ اس نے ہمارے اوپر نازل کیا اس پر ایمان لائے اور جو کچھ تمہارے اوپر نازل کیا اس پر ایمان لائے"۔

امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اس حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"فالتوراة من الله تعالی وتفسیرها من افعال العباد"(۱۹)

"تورات تو اللہ تعالی کی طرف سے ہے البتہ اس کی تفسیر افعال عباد میں سے ہے"۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ امور جو ہماری شریعت میں واضح طور پر ثابت ہیؒ اور یہود کی تفسیر اس کے مطابق ہے تو ان افعال کی تصدیق کی جائے گی۔جیسا کہ حضرت موسی علیہ السلام کا نبی ہونا ہماری شرعیت میں بھی ثابت ہے۔رہی بات ان امور کی جو ہماری شریعت میں متصادم ہیں اس میں ان اہل یہود کی تکذیب کی جائے گی۔جیسے کہ یہود کا یہ کہنا کہ حضرت عزیر علیہ السلام (نعوذ باللہ) اللہ کے بیٹے ہیں۔یہ تو ان معاملات کے بارے میں ہے جو دینی

مسائل یا تعلیمات کے مطابق ہیں۔ البتہ دنیاوی تعلیم میں جو تعلیم عقائد اور ایمان کے تقاضوں کے خلاف نہ ہو ان کے سیکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

٦۔ غیر مسلموں کا جنازہ اور تعزیت:

خوشی اور غم ہر انسان کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ موت ایک عظیم حادثہ ہے، یہ حادثہ مسلمانوں کے لئے یقینی طور پر لمحہ فکریہ ہے؛ لیکن اگر کسی غیر مسلم کے گھر میں یہ حادثہ پیش آئے تو اس کی بھی تعزیت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور انسانی ہمدردی کا اظہار کیا جانا چاہیے، یہ ایک سماجی تقاضا ہے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے۔ اس لیے ان کی خوشی اور غم میں شمولیت بحیثیت انسان جائز ہے، جنازہ وہ تصور و خیال کو آخرت کی طرف لے جاتا ہے اور انسان کو چونکا دیتا ہے، اس لیے کہیں سے کوئی جنازہ گزرے تو انسان کو کھڑا ہو جانا چاہیے، اگر یہ جنازہ غیر مسلم کا بھی ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ ایک مرتبہ ایک یہودی سردار کا جنازہ گزرا تو آپ ﷺ احتراماً کھڑے ہو گئے حدیث شریف میں ہے کہ:

"عن جابر بن عبد الله قال مر بنا جنازة فقام لها النبی ﷺ وقمنا فقلنا یارسول الله انها جنازة یهودی قال اذا رأیتم الجنازة فقوموا"(٢٠)

"حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے سامنے سے جنازہ گزرا تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ ہم نے کہا کہ یارسول اللہ یہ جنازہ تو یہودی کا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بھی تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو"۔

۷۔ غیر مسلموں پر خرچ کرنا:

اسلام کے ابتدائی دور میں ہر طرف دین کی مخالفت اور اس کے پیروکاروں پر تشدد کا سلسلہ عروج پر تھا اور بہت سے مسلمان خود حاجت مند تھے اس لئے آپ نے انہیں پر صدقہ و خیرات کی تلقین کر دی تھی۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

" لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ١ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ١ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ١ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ"(٢١)

"اے پیغمبر! آپ پر ان کو ہدایت بخش دینے کی ذمہ داری نہیں ہے۔ البتہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے تم جو مال بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا فائدہ تم ہی کو پہنچے گا۔ تم اللہ کی رضا ہی کے لئے تو خرچ کرتے ہو۔ اس کا پورا بدلہ تمہیں دیا

جائے گا اور تمہاری حق تلفی نہ ہو گی"۔

اس آیت کے سببِ نزول کے بارے میں متعدد روایات ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ اس آیت میں غیر مسلموں پر انفاق بھی نیکی کا کام بتلایا گیا ہے۔

"عن ابن عباس عن النبی ﷺ:انه کان یأمربالا تصدق الا علی اهل الاسلام،حتی نزلت هذه الآیة"(۲۲)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کی ہدایت تھی کہ مسلمان جو کچھ صدقہ و خیرات کریں وہ مسلمانوں ہی پر کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذمیوں مین جو حاجت مند ہوتے تو مسلمان ان پر خرچ کیا کرتے تھے جب مسلمانوں ہی میں حاجت مندوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا تتصدقوا الا علی اهل دینکم"(۲۳)

"اپنے ہم مذہب لوگوں ہی پر تم لوگ صدقہ و خیرات کرو"۔

اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی اور ان لوگوں پر بھی خرچ کرنے کی اجازت دی گئی جو دائرہ اسلام سے باہر ہیں۔اس طرح اس آیت کے ذریعے قیامت تک کے لئے ضرورت مند شخص خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، مشرک ہو یا اہل کتاب سب کے ساتھ حسن سلوک اور انفاق کی اجازت دے دی گئی ہے۔

غیر مسلموں کے ساتھ کاروباری تعلقات:

اسلام ان چیزوں کی پیداوار اور لین دین کو حرام قرار دیتا ہے جن کو شریعت نے حرام کہا ہے۔اور اس سلسلے میں کسی قسم کے تعاون کو بھی روا رکھنے کو جائز نہیں سمجھتا۔ناجائز اور حرام چیزوں کے کاروبار میں تعاون کو وہ معصیت اور عدوان کے مترادف قرار دیتا ہے۔البتہ حلال اشیاء کی تجارت اور خرید و فروخت کے معاملے کو اسلام جائز قرار دیتا ہے۔ آپ ﷺ کا کاروباری لین دین غیر مسلموں کے ساتھ ثابت ہے جیسا کہ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

"کنا مع النبی ﷺ،ثم جاء رجل مشرک مشعان طویل بغنم یسوقها،فقال النبی ﷺ:بیعا ام عطیة۔اوقال ام هبة۔فقال:لا بیع۔فاشتریٰ منه شاة"(۲۴)

"ہم آپ ﷺ کی خدمت میں موجود تھے ایک مشرک پراگندہ بالوں اور لمبے قد والا تھا کچھ بکریاں لے کر آیا۔ آپ ﷺ نے سوال کیا کیا یہ فروخت کرنے کے لئے ہیں یا بطور تحفہ ہیں؟اس نے کہا فروخت کرنے کے

لئے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدی"۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غیر مسلموں کے ساتھ حلال اشیاء کی خرید و فروخت جائز ہے۔

غیر مسلموں کی کمائی کے ذرائع چونکہ وہ چیزیں بھی ہوتی ہین جن کو اسلام جائز قرار نہیں دیتا اسلام اس چیز کا ہمیں مکلف نہیں بناتا کہ ہم اس کے ذرائع آمدن کی چھان بین کریں۔ ہم صرف اس بات کے پابند ہیں جو چیز ہم اس سے خرید و فروخت کر رہے ہیں وہ جائز ہے یا ناجائز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری دور کے حوالے سے یوں بیان فرماتی ہیں کہ:

"توفی رسول اللہ ﷺ ودرعه مرهونة عند يهودية بثلاثين صاعامن شعير"(۲۵)

"آپ ﷺ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جو کے بدلے میں رہن رکھی ہوئی تھی"۔

اس حدیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار کے ساتھ کاروباری معاملات کرنا جائز ہیں۔

اسلام نے نہ صرف غیر مسلموں سے کاروبار کو جائز قرار دیتا ہےبلکہ ان کے حقوق بھی تسلیم کرتا ہے۔ وہ باہم ان چیزوں کی لین دین کرسکتے ہیں جو اسلام کی رو سے جائز ہیں۔ اسی طرح جمہور علماء کے نزدیک غیر مسلموں کے ساتھ کاروبار میں شرکت بھی جائز ہے۔ بشر طیکہ مسلمان کا دینی لحاظ سے بھی کوئی نقصان نہ ہو اور مسلمانوں کی طاقت و قوت بھی اس سے متاثر نہ ہوتی ہو۔ اور کاروبار میں شریعت کے مقرر کردہ اصولوں کا خیال رکھا گیا ہو۔ اس کی دلیل حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ:

"اعطى رسول اللہ ﷺ خيبر اليهود ان يعملوها ويزرعوها، ولهم شطر ما يخرج منها"(۲۶)

"آپ ﷺ نے خیبر (کی فتح کے بعد) یہود کو اس شرط پر مقبوضہ زمین پر کاشت کی اجازت دی کہ انہیں پیداوار کا نصف ملے گا"۔

جب کھیتی باڑی اور کاشتکاری میں شرکت جائز ہے تو دوسرے معاملات میں بھی اس کا جواز ثابت ہو جاتا ہے کہ دیگر معاملات میں بھی شرکت جائز ہو گی۔

اور دیگر احادیث سے غیر مسلم کی نوکری یا خدمت کرکے مال حاصل کرنے کا جواز بھی ثابت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر فاقہ کی کیفیت تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ کسی کام کی تلاش میں نکلے تا کہ آمدنی سے آپ کے لئے کھانے کا

سامان کر سکیں۔ ایک یہودی کے باغ میں پہنچے اس کی سنچائی کی۔ سترہ ڈول کھینچے اور ہر ڈول پر ایک عمدہ کھجور ملی اسے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔(۲۷)

اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم کے ہاں نوکری کرنا بھی جائز ہے۔ موجودہ دور میں اپنے ملک میں اگر کسی کو معاش کے سلسلے میں دشواری پیش آئے اور وہ کسی غیر مسلم ملک میں جاکر نوکری کرے تو اس کے لئے نوکری کرنا جائز ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ حلال ذرائع کو اختیار کرتے ہوئے اور شریعت مطہرہ کے مقرر کردہ اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کرے تو اس کے لئے نوکری کرنا جائز ہے۔

مذکورہ حقائق سے یہ بات وضح ہوتی ہے کہ مسلم اور غیر مسلم آپس میں خیر خواہی پر مبنی تعلقات ہر دور میں رکھ سکتے ہیں۔ موجودہ دور میں چونکہ دنیا ایک گلوبل ویلج کی حیثیت اختیار کرگئی ہے اور مسلم اور غیر مسلم باہم اکٹھے رہنے، کاروبار اور نوکریاں کرنے پر مجبور ہیں۔ لہذا اسلام کی ابدی تعلیمات ان کی راہ میں خلیج پیدا کرنے کی بجائے ان میں تعاون اور اشتراک کی بنیادیں فراہم کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر مسلمان غیر مسلموں سے مجادلہ احسن اور موعظہ حسنہ کے ذریعے تبلیغ اسلام کا کام عمدہ طریقے سے سرانجام دے سکتے ہیں۔

مراجع وحواشی

۱۔ سورۃ الانعام: آیت ۱۴۵

۲۔ سجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج:۵، ص:۶۳۶، دار لرسالۃ العالمیۃ، ۱۴۳۰ھ، ۲۰۰۹۔

۳۔ امام بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، ص:۱۴۰۳، دار ابن کثیر، دمشق، بیروت ۱۴۳۲ھ، ۲۰۰۲ء۔

۴۔ نووی، شرح مسلم، ج:۴، ص:۱۰۳، ۱۰۲، دار ریان التراث، قاہرہ، ۱۴۰۷ھ۔

۵۔ الجامع الصحیح البخاری، محولہ بالا، ص ۱۳۹۵.

۶۔ سورۃ المائدہ: آیت ۵۔

۷۔ الجامع الصحیح البخاری، محولہ بالا، ص:۱۴۰۳۔

۸۔ ایضا۔ ص:۱۴۰۱۔

۹۔ ایضا، ص:۶۰۔

۱۰۔ امام بخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، ص:۲۸۳، المطبعۃ السلفیۃ، قاہرہ، ۱۳۷۵ھ۔

۱۱۔ الجامع الصحیح البخاری، ص:۱۵۶۳۔

۱۲۔ امام بخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، ج:۲، ص:۵۷۰، مکتبۃ المعارف للنشر، ریاض، ۱۹٦۱۔

۱۳۔ ایضا، ج:۲، ص:۵۱۱۔

۱۴۔ امام بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، ج:۱، ص:۱۸۱، مکتبۃ المعارف للنشر، ریاض، ۱۹٦۱۔

۱۵۔ سورۃ البقرۃ: آیت ۱۲۲۔

۱٦۔ سورۃ المائدہ: آیت ۵۔

۱۷۔ قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، ج:۳، ص:۵۴۷، مکتبہ مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۷ھ، ۲۰۰٦ء۔

۱۸۔ امام بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، ج:۲، ص:۱۱۲۵، مکتبۃ المعارف للنشر، ریاض، ۱۹٦۱۔

۱۹۔ کشمیری، مولانا انور شاہ، فیض الباری، ج:۴، ص:۵۳٦، المکتبۃ العزیزیہ، لاہور، ۱۳۳۷ھ۔

۲۰۔ الجامع الصحیح البخاری، ج:۱، ص:۱۷۵، مکتبۃ المعارف للنشر، ریاض، ۱۹٦۱۔۔

۲۱۔ سورۃ البقرہ: آیت ۲۷۲۔

۲۲۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر ابن کثیر، ج:۱، ص:۷۰۴، دار طیبہ، ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹ء۔

۲۳۔ الجامع لاحکام القرآن، ج:۳، ص:۳۳۷۔

۲۴۔ الجامع الصحیح البخاری، ص:۵۲۸، دار ابن کثیر، دمشق، بیروت ۱۴۳۲ھ، ۲۰۰۲ء۔

۲۵۔ ایضا، ص:۷۲۰۔

۲٦۔ ایضا، ص:٦۰٦۔

۲۷۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابن ماجہ، الکتب الستہ، ج:۲، ص:۱۸۹، دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض، ۱۴۲۹ھ۔